خطبہ جمعہ

بعنوان

اسلامی فلاحی ریاست کا عملی قیام (2)

سلسلة منبر الحكمة

176

بتاریخ: 20 دسمبر 2019

بمطابق: ٢٢ ربیع الثانی ١٤٤٠ ھج

به اهتمام

الحکمة انٹرنیشنل

5D1 ٹاؤن شپ، مادرِ ملت روڈ، نزد پائپ سٹاپ، لاہور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُولِهِ الْكَرِيمِ، أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ:

گزشتہ خطبے میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کی عملی صورتوں میں سے پہلی صورت ''انفرادی کوشش'' پر بات ہوئی تھی۔ آج ہم اس کی دوسری صورت ''اجتماعی کوشش'' پر روشنی ڈالیں گے کہ ایسے کون کون سے اقدامات ہیں جو ہمیں بہ طورِ اجتماعیت انجام دینا چاہئیں کہ جن سے ایک ایسی ریاست کا قیام عمل میں آ سکتا ہے جو اسلام کی صحیح آئینہ دار ہو اور امن و ترقی والا معاشرہ تشکیل دینے کے لائق ہو۔

① اتفاق و اتحاد قائم کریں:

سب سے بنیادی کام تو یہ ہے کہ ہمیں باہم اتفاق و اتحاد قائم کرنا چاہیے۔ تمام تر اختلافات اور تنازعات بھلا کر ایک چھتری تلے اور ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو جانا چاہیے۔ ہمیں مفادِ عامہ کے مسائل میں سیاسی، لسانی، نسلی اور مسلکی اختلافات کو پس پشت ڈال کر بس ایک مسلمان اور پاکستانی بن جانا چاہیے۔ افتراق و انتشار کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ مسلمانوں کا اجتماعی رعب اور ہیبت ختم ہو چکی ہے اور ہمیں من حیث القوم اس کی پروا بھی نہیں ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اس نقصان سے بہت پہلے آگاہ فرما دیا تھا، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾ [الأنفال: 46]

''آپس میں مت جھگڑو، ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آج ہم بہ حیثیتِ اُمت اسی نقصان کا شکار ہیں کہ ہر جگہ مسلمان کٹ پِٹ رہے ہیں مگر ہمیں کوئی پروا نہیں ہے۔ اگر کفار ایک مسلم ملک پر آگ وخون برساتے ہیں تو دوسرے تمام اس خوش فہمی میں مبتلا ہو کر خاموش رہتے ہیں کہ ہم تو محفوظ ہیں، ہمیں پرائی جنگ میں نہیں پڑنا چاہیے، ہمیں صرف اپنا مفاد دیکھنا چاہیے۔ یہی سوچتے سوچتے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کتنے مسلم ممالک کو تہہ وتیغ کر دیا گیا ہے مگر ہائے افسوس کہ اُمت کی وحدت قائم نہ ہو سکی۔

لہٰذا اگر اس دُنیا میں کوئی مقام اور رِفعت چاہتے ہیں تو بہ حیثیت اُمت ایک ہونا پڑے گا اور ہمیں اپنے وطن میں معاشرتی طور پر بھی اتفاق کا ایسا مظاہرہ کرنا پڑے گا کہ اس چراغِ امن کی لو سے لو جلے اور پورا معاشرہ روشن ہو جائے۔

② اجتماعیت سے الگ نہ ہوں:

رسولِ کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ریاست مدینہ میں سبھی لوگ ایک ساتھ اکٹھا اور مل جل کر رہتے تھے۔ کوئی بھی شخص صرف اپنے مفادات کی خاطر اجتماعی دھارے سے الگ نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا آج بھی اسی امر کی ضرورت ہے کہ اجتماعیت کو قائم کریں اور سبھی افرادِ معاشرہ مل جل کر رہیں۔ اگر چند لوگوں کے حالات، مزاج یا رہن سہن کا انداز ہمیں پسند نہیں ہے تو انہیں سدھارنے اور ان کی اصلاح کرنے کے لیے ان ہی کے اندر رہنا چاہیے، ان سے الگ نہیں ہو جانا چاہیے۔ یہ آدمی کے کمالِ ایمان کی علامت ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤْمِنُ الَّذِی یُخَالِطُ النَّاسَ وَیَصْبِرُ عَلٰی أَذَاهُمْ، أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِی لَا یُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا یَصْبِرُ عَلٰی أَذَاهُمْ))

''جو بندۂ مومن لوگوں سے میل جول رکھتا ہے اور ان کی تکالیف پر صبر کرتا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ اجروثواب کے لحاظ سے اس مومن سے بڑھ کر ہے جو نہ تو لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور نہ ہی ان کی تکلیفوں پر صبر کرتا ہے۔''

[صحيح] سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، ح: 4032

آدمی خواہ خود اچھا ہو یا برا، البتہ معاشرے میں اسے ہر طرح کے آدمی سے واسطہ پڑتا ہے۔ یوں اپنا طرزِ معاشرت اس طرح کا بنانا چاہیے کہ ہر شخص کے ساتھ آپ اچھے طریقے سے معاملہ کر سکیں۔ اگر آپ نیک ہیں تو برے لوگوں سے نفرت کرتے ہوئے ان سے قطع تعلق ہو جانا یا معاشرے کی اجتماعی برائیوں سے بد دِل ہو کر راہبوں کی طرح الگ تھلگ ہو کر بیٹھ جانا اور کسی سے بھی تعلق نہ رکھنا کسی طرح بھی دِین داری نہیں ہے، بلکہ دِین داری یہ ہے کہ آپ سب کے ساتھ گھل مِل کر رہیں، تاکہ آپ ان کے اندر رہ کر ان کی اصلاح کر سکیں اور برائی کے خاتمے کا ذریعہ بن سکیں۔

③ باہم دُکھ سکھ کے ساتھی بنیں:

اس وطن کو مثالی وفلاحی ریاست اور اُلفت ومحبت کا گہوارہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم تمام ایک دوسرے کے دُکھ سکھ کے ساتھی بن کر رہیں۔ بدقسمتی سے آج ہم سب مادیت پرستی کے اس قدر شکار ہو چکے ہیں کہ ایک گھر کو ساتھ والے گھر کے دُکھ سکھ کا علم نہیں اور اگر علم ہو بھی تو اسے اپنا غم نہیں سمجھا جاتا۔ خودغرضی کی ایسی وبا پھیل گئی ہے کہ مسلمان اپنے امتیازی خصائل کو ہی بھول چکا ہے۔ جن اوصاف اور خوبیوں کی وجہ سے ہمارے اسلاف کے ادوار امن وآشتی اور اُلفت ومحبت کی بہترین مثال ہوا کرتے تھے، ہم نے ان ہی اوصاف کو ترک کر دینے کی وجہ سے اس معاشرے کو بدامنی اور نفرت کی آگ میں دھکیل دیا ہے۔

رسولِ کریم ﷺ نے تو مومنوں کے باہم پیار ومحبت کی مثال ہی بہت پیاری دی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَوَاصُلِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوٌ مِنْهُ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمَّى وَالسَّهَرِ))

''مسلمانوں کا آپس میں رحم وکرم، محبت ومودّت اور میل جول کا معاملہ ایک جسم کے مانند ہے، جب اس جسم کا ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی کے ساتھ اس کی تکلیف میں شریک ہوجاتا ہے۔''

صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، ح: 6011 ـ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، ح: 2586

ہمیں سوچنا چاہیے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کی بیان کردہ اس مثال پر ہم پورے اُترتے ہیں؟ اگر جواب 'ہاں' میں ہے تو آپ بڑی ہی مبارک کے مستحق ہیں، لیکن اگر جواب 'نہیں' میں ہے تو ہمیں اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہیے، کیونکہ یہ مومنین کی مثال ہے، لہٰذا جو اس مثال پر پورا نہیں اُترتا تو سمجھ لیجیے کہ وہ کامل مومن نہیں ہے۔

چنانچہ ہم سب کا کردار ایسا ہونا چاہیے کہ جس طرح جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہونے سے سارا جسم بے آرام و بے سکون ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مسلمان کے دُکھ، تکلیف اور کسی بھی قسم کی پریشانی میں مبتلا ہوجانے سے تمام مسلمان بے چین ہوجائیں اور اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس کے دُکھ، درد اور پریشانی کا مداوا کرنا چاہیے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے مل جل کر رہنے کا ایک عظیم فائدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)) وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ.

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کے مانند ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک دی۔''

صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب تعاون المؤمنين بعضهم بعضا، ح: 6026۔ صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والآداب، باب تراحم المؤمنين وتعاطفهم وتعاضدهم، ح: 2585

آپ ﷺ نے تشبیک دے کر یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دونوں ہاتھوں کو آپس میں مضبوطی سے ملا کر فرمایا کہ ایسے ہی ایک مومن دوسرے مومن کے لیے مضبوطی کا باعث ہوتا ہے۔ جب سب اہلِ ایمان باہم مل جل کر رہیں گے تو ایک مضبوط و مستحکم معاشرہ تشکیل پائے گا، جسے کوئی بھی اس کی بنیادوں سے ہلا نہیں سکے گا۔

④ ایثار و قربانی کی عادت اپنائیں:

اسلامی فلاحی ریاست کی بنیادی خوبیوں میں سے ہے کہ انسان ایثار و قربانی کا جذبہ اجاگر کرے اور خیر کے ہر کام میں اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنی ذات پر ترجیح دے۔ رسولِ کریم ﷺ نے تو ایمان کی دلیل ہی خود غرضی اور مفاد پرستی کے خاتمے کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))

''تم میں سے کوئی بھی تب تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی کچھ پسند نہ کرنے لگے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔''

صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، ح: 13۔ صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه المسلم ما يحب لنفسه من الخير، ح: 45

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معاشرے کے جملہ افراد کو خوشیوں، فائدوں اور امن وآشتی سے ہمکنار کرنے کا کیا ہی خوب اصول نبی ﷺ نے بتلا دیا ہے۔ جب آدمی دوسروں کے لیے بھی وہی کچھ پسند کرنے لگے گا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے تو کسی کو نہ تو غم اور پریشانی آئے گی، نہ کسی کو تکلیف پہنچے گی اور نہ ہی کوئی نقصان سے دوچار ہوگا، کیونکہ کوئی بھی شخص یہ چیزیں اپنے لیے پسند نہیں کرتا، بلکہ وہ اپنے لیے خوشیاں، فوائد اور امن وآشتی ہی پسند کرتا ہے، لہٰذا جب وہ دوسروں کے لیے بھی یہی پسند کرے گا تو معاشرہ ازخود سنور جائے گا، لوگ ہر قسم کی اذیت اور نقصان سے محفوظ ہو جائیں گے اور کوئی بھی کسی نقصان سے دوچار نہیں ہوگا۔ مگر ہماری بداعمالیوں کے باعث ایسا کرنا ہمیں بہت گراں محسوس ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی اس پر عمل پیرا ہو جائے تو نہ صرف وہ کمالِ ایمان سے متصف ہوگا بلکہ لوگوں کے دِل جیت کر اپنی زندگی کو خوشیوں اور محبتوں کا گہوارہ بنانے کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی سنوار لے گا۔

⑤ طبقاتی نظام کا خاتمہ کیجیے:

اسلام کے آفاقی اور دائمی دستور 'خطبہ حجۃ الوداع' میں رسولِ کریم ﷺ نے یہ واضح طور پر ارشاد فرمایا تھا کہ:

((يَـا أَيُّهَـا النَّاسُ ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ ، أَلَا لَا فَـضْـلَ لِـعَـرَبِـيٍّ عَـلـى عَجَمِيٍّ ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلى عَرَبِيٍّ ، وَلَا أَحْمَرَ عَلى أَسْوَدَ ، وَلَا أَسْوَدَ عَلى أَحْمَرَ ، إِلَّا بِالتَّقْوٰى))

''اے لوگو! آگاہ رہو! بلاشبہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ سنو! کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت و فوضیت حاصل نہیں ہے، مگر تقویٰ کی بنیاد پر۔''

[إسناده صحيح] مسند أحمد: 23489

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یعنی فضیلت وفوقیت کا بس ایک ہی معیار ہےاور وہ ہے ''تقویٰ''۔اس کے علاوہ مال ودولت اور عہدہ ومنصب میں سے کوئی بھی معیارِ برتری نہیں ہے۔

آج ہماری معاشرتی بربادی کی ایک مرکزی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے مال دار، عہدے دار، اصحابِ رُتبہ ومقام اپنے سے کم مرتبہ لوگوں کو حقیر وذلیل سمجھتے ہیں۔اپنے ملازموں کو زرخرید غلاموں سے بھی کم حیثیت والے سمجھتے ہیں اور پھر قومی ومعاشرتی ابتری کا ذِمے دار حکمرانوں کو گردانتے ہیں۔سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہمارا اپنی اپنی انفرادی اور اپنے ساتھ جڑے لوگوں کی اجتماعیت کے ساتھ کیا رویہ اور سلوک ہے؟ کہ جس کی بنیاد پر ہم حکمرانوں سے یہ توقع لگاتے ہیں کہ وہ عوام کو اپنے جیسا کیوں نہیں سمجھتے اور ان کے دُکھ درد کا خیال کیوں نہیں رکھتے ؟!

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کی اس لحاظ سے بھی تربیت کرتے رہتے تھے۔جیسا کہ معرور بن سوید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا تو دیکھا کہ ان کے غلام نے بھی ویسا ہی چوغہ پہنا ہوا تھا جیسا انہوں نے پہنا ہوا تھا۔میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتلایا: ایک بار میں نے اپنے ایک غلام کو برا بھلا کہتے ہوئے یہ کہہ دیا تھا کہ: ''او عجمی ماں کے بچے۔'' اس کا رسول اللہ ﷺ کو علم ہو گیا تو آپ ﷺ مجھ سے ناراض ہوئے اور فرمایا:

((أَعَيَّرْتَهُ بِأُمِّهِ؟ إِنَّكَ امْرُؤٌ فِيكَ جَاهِلِيَّةٌ، إِخْوَانُكُمْ خَوَلُكُمْ، جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ، فَمَنْ كَانَ أَخُوهُ تَحْتَ يَدِهِ، فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ، وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ، وَلاَ تُكَلِّفُوهُمْ مَا يَغْلِبُهُمْ، فَإِنْ كَلَّفْتُمُوهُمْ فَأَعِينُوهُمْ))

''کیا تم نے اسے ماں کا طعنہ مارا ہے؟ تم ایسے آدمی ہو کہ جس میں ابھی جاہلیت کا اثر موجود ہے۔تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے تصرف میں رکھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے۔ چنانچہ جس شخص کا (مسلمان) بھائی اس کی ملکیت میں ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھائے، اسے وہی پہنائے جو خود پہنے، اور ان سے وہ کام نہ لو جو ان کی طاقت سے زیادہ ہے اور اگر ایسے کام کی انہیں زحمت دو تو خود بھی ان کا ہاتھ بٹاؤ۔"

صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب :المعاصی من أمر الجاهلیة، ولا یکفر صاحبها بارتکابها إلا بالشرك، ح: 30

رسولِ کریم ﷺ کے ان الفاظ کا سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ پر اس قدر گہرا اثر ہوا کہ اس کے بعد اپنے غلاموں کو اپنے برابر کا رُتبہ وحیثیت دیتے تھے، جو خود کھاتے وہی ان کو کھلاتے اور جو خود پہنتے وہی ان کو پہناتے۔

ہمیں بھی غور وفکر کرنا چاہیے کہ ہم اسلامی ریاست بنانے کے خواہاں تو ہیں لیکن کیا ہم اس کے ضابطوں اور اوصاف کو خود اپنائے ہوئے ہیں؟

تعلیمی ادارے، ترقیاتی امور، کاروباری مواقع، ہاؤسنگ سوسائٹیز، شاپنگ سنٹرز، ہوٹلز اینڈ ریسٹورنٹس ......غرضیکہ کون سی ایسی جگہ ہے کہ جہاں ہم نے طبقاتی تقسیم کو نہیں گھسیڑا؟ ہر جگہ اُونچ نیچ کے مظاہر دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس سب کے باوجود بھی ہم یہ دعویٰ کریں کہ ہم ایک اسلامی فلاحی ریاست چاہتے ہیں تو یہ سراسر ہمارے قول وفعل میں تضاد کی ہی دلیل ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں!!

⑥ مسجد کا معاشرتی کردار بحال کرنے کی ضرورت:

مساجد کے معاشرتی کردار کے حوالے سے نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا دور آئیڈیل ہے کیونکہ اسلام کے کسی بھی حکم، قانون یا کردار کے تعین کے لیے انہی ادوار سے راہنمائی لی جاتی ہے۔ اجتماعی امور سے متعلقہ تمام معاملات ان مثالی ادوار میں مسجد میں ہی طے ہوتے تھے۔ اس زمانے میں مسجد کی حیثیت دار الخلافہ سے لے کر غرباء و مساکین کی قیام گاہ تک کی تھی۔ تعلیم وتعلم سے لے کر جہاد کی تیاری، مجاہدین کی جہاد پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روانگی کا مرکز رفاہی کاموں اور خدمت خلق کا بڑا ادارہ تھا۔ اجتماعی کاموں کے لیے منصوبہ بندی کرنے، ان کے لیے مالی وسائل مہیا کرنے، غرباء و مساکین کے لیے چندہ جمع کرنے، حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرنے، بیت المال میں فنڈ جمع کرنے، مالِ غنیمت اور زکاۃ وصدقات جمع کرنے اور پھر انہیں مستحقین میں تقسیم کرنے کا مقام بھی مسجد ہی ہوتا تھا۔

آج بھی اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے لازم ہے کہ مسجد کا وہی دورِ اوّلیں والا کردار بحال کیا جائے۔ اپنا اور اپنے بچوں کا مسجد کے ساتھ تعلق جوڑیں۔ باجماعت نمازوں کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ صبح وشام قرآن کی تعلیم کے لیے بھی پابندی کے ساتھ مسجد میں حاضر ہوا جائے۔ قرونِ اُولیٰ میں مساجد میں رونق ہوا کرتی تھی، تبھی انہیں خیر و برکات حاصل رہتی تھیں جبکہ آج ہماری محرومی کا بنیادی سبب ہی یہ ہے کہ ہمارا مسجد سے تعلق کمزور ہو گیا ہے۔ ہماری مسجدیں ویران اور بازار آباد ہیں اور ہماری مسجدوں سے زیادہ تفریحی مقامات پر رَش ہوتا ہے، جبکہ ہمیں جو تعلیم دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ:

((أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا ، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَى اللّٰهِ أَسْوَاقُهَا))

''اللہ کے ہاں علاقے کا سب سے پسندیدہ مقام مسجد ہے اور سب سے ناپسندیدہ جگہ بازار ہیں۔''

صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح، وفضل المساجد، ح: 671

مسجد سے تعلق مضبوط ہوگا تو اس کے روحانی اثرات پورے معاشرے پر مرتب ہوں گے اور تمام تر خرابیوں کی اصلاح ہو جائے گی اور معاشرہ امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

❀ ......مسجد میں آنے والے تمام نمازیوں کو ایک دوسرے سے احوال وغیرہ دریافت کرتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رہنا چاہیے تا کہ اگر کسی کو کوئی ضرورت مند ہے تو حسبِ استطاعت اس سے مالی تعاون کیا جائے، اگر کوئی پریشان ہے تو اس کی پریشانی دُور کرنے میں مدد کی جائے، کوئی بیمار ہے تو اس کی عیادت کے لیے جائیں، کسی کے ضروری کام کے لیے آپ سفارش کر سکتے ہیں تو ضرور کرنا چاہیے۔ غرضیکہ مسجد کا ماحول اس طرح کی باہم یگانگت اور ہمدردی والا بنا دینا چاہیے کہ ہر کسی کو ہر کسی کے حالات و مسائل سے آگاہی ہو اور جو آدمی جس قدر بھی تعاون کر سکتا ہو اسے ضرور کرنا چاہیے۔

❀......اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ محلے داروں کے ماہانہ تعاون کے ساتھ مسجد میں ایک فنڈ قائم کیا جائے جس سے محلے کے ضرورت مند لوگوں کی خوشی اور غم کے موقع پر ان سے مالی تعاون کیا جائے، کسی نادار بچے کے تعلیمی اخراجات ادا کیے جائیں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کی جائے، چھوٹی رقم پر مشتمل قرض دیا جائے اور اگر ممکن ہو سکے تو کسی بے روزگار کو تھوڑی رقم سے شروع ہونے والا کاروبار کروا دیا جائے۔

❀......اسی طرح خدمت کی ایک بہترین صورت یہ ہے کہ روزمرہ کی اشیائے ضرورت پر مشتمل ایک راشن پیک بنالیا جائے اور محلے کے غریب اور تنگ دست گھروں میں راشن کے وہ تھیلے ہر ماہ تقسیم کیے جائیں۔ بس ذرا سے اہتمام اور کوشش کی ضرورت ہے، ہر مسجد کے احباب اپنی استطاعت کے مطابق چھوٹے، درمیانے اور بڑے پیمانے پر یہ سلسلہ شروع کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی ایک مسجد والے ایسا نہ کر سکتے ہوں تو دو یا تین مساجد کے نمازی باہم مل کر نیکی کا یہ کام شروع کر لیں تو بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ دنیا و آخرت کا فائدہ ہی ہے۔ اگر آپ کے ایک سو روپے کے تعاون سے کسی کی بھوک مٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اسی صدقے کو آپ کے رِزق میں خیر و برکت کا باعث بنا دے گا۔

❀......ایسے ہی اگر کسی غریب کی بیٹی کی شادی ہو، تو اس کے لیے بھی اصحابِ ثروت کو توجہ دلائی جائے اور وہ اس بار کو اپنے ذِمے لیں، لیکن مدد کا انداز ایسا ہونا چاہیے کہ اس غریب کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عزتِ نفس مجروح نہ ہو۔

❀......مسجد کے زیر انتظام ایک فری ڈسپنسری کا قیام عمل میں لایا جائے، جس کے ذریعے غریب و نادار لوگ مفت علاج کی سہولت سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اسی طرح طویل مدتی فنڈ اس مقصد کے لیے قائم کر دیا جائے کہ ایمرجنسی مسائل کے لیے ایک عدد ایمبولینس خریدنا ہے۔ بہت سے ایسے مفلس لوگ بھی ہوتے ہیں جو اچانک بیماری کے شدید جھٹکے کے بعد بروقت ہسپتال نہیں پہنچ پاتے۔ ایسے لوگوں کے لیے مسجد اپنی ایمبولینس کی مفت خدمت فراہم کرے۔

یہ تمام ایسے کام ہیں جن کے لیے ہمیں حکومت کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اپنی مدد آپ کے تحت خود ہی اس کا انتظام وانصرام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ حکومت کی بے توجہی اور غفلت سے نقصان آپ ہی کا ہوگا، اس لیے اپنے فائدے کے کاموں کا آپ ہی انتظام کیجیے۔

ذرا سوچیے کہ اگر ایک مسجد کا ماحول ایسا بن جائے تو کیا اس محلے میں کوئی غریب، ضرورت منداور پریشان حال باقی رہے گا؟ اسی طرح جب یہ اچھی روِش ہر مسجد تک پھیل جائے گی تو گویا پورا معاشرہ ہی خوش حال ہو جائے گا۔

⑦ تعلیم کی مفت فراہمی کا انتظام:

بہت سے ایسے تنگ دست بھی ہوتے ہیں کہ جو اپنے بچوں کو مناسب تعلیم دلانے کی بھی طاقت نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کے لیے مال دار اور پڑھے لکھے افراد کو آگے آنا چاہیے۔ جو مال صرف کر سکتے ہیں وہ سکول کی عمارت فراہم کر دیں اور جو تعلیمی خدمات دے سکتے ہیں وہ اس میں بچوں کو پڑھانا شروع کر دیں۔ گو کہ یہ کام حکومت کے کرنے کا ہے لیکن اگر حکومت التفات نہ کر رہی ہو تو پھر ان لوگوں کو بھی غیر ذِمہ داری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے جو اس سلسلے میں کچھ کرنے کی طاقت اور استطاعت رکھتے ہوں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر سکول کا انتظام وانصرام مشکل ہوتو کرائے کا ایک مکان بھی لیا جا سکتا ہے، یا پھر کسی گھر کی بیٹھک وغیرہ ہی اس مفید مشن کے لیے وقف کر دی جائے، تاکہ کوئی بھی بچہ نورِ علم سے محروم نہ رہے اور آپ اس کو پڑھانے کا اجر سمیٹنے سے محروم نہ رہیں۔ یقیناً ''یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی'' کیا معلوم کہ ان ہی میں سے کوئی بچہ ایسی قابلیت اور صلاحیت کا مالک نکل آئے جس سے سینکڑوں، ہزاروں لوگوں کو فائدہ ہو جائے۔ لہٰذا اسلامی فلاحی ریاست کا خواب شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ نونہالانِ قوم کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کے لیے ہر بندہ اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق حصہ ڈالے۔

⑧ بلاسود قرض دینے کی سہولت:

اس میں دو رائے نہیں ہیں کہ آج بہ حیثیت قوم معاشی ابتری کا شکار ہونے کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ 'سود خوری' ہے۔ بھلا وہ شخص کیسے کامیاب اور مطمئن زندگی گزار سکتا ہے جو اللہ کے ساتھ جنگ کر رہا ہو؟ وہ مال کس طرح کسی کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے جس سے اللہ نے برکت ہی اُٹھا لی ہو بلکہ وہ مال ہی سراسر حرام ہو؟ مال دار لوگ اپنے کاروبار کو پھیلانے کے لیے اور غریب لوگ اپنا گھر بار یا ضروریات کے لیے بنک سے ایک بار قرض لے تو لیتے ہیں لیکن پھر ساری زندگی اس کی ادائیگی میں گزار دیتے ہیں۔ سود ان کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ کئی کئی گنا تک اضافی ادائیگی الگ، اس پر ملنے والا گناہ الگ۔ غرضیکہ دنیا کی بھی بربادی اور آخرت کا بھی خسارہ۔

قرونِ اُولیٰ میں بیت المال ہوا کرتے تھے، جس میں لوگ اپنی امانتیں بھی رکھتے تھے اور غرباء ومساکین وہاں سے اپنی ضرورت کے لیے مدد بھی لے لیا کرتے تھے۔ ویسے تو یہ کام حکومت کے کرنے کا ہے لیکن ایک کام ایسا ہے کہ جو سوسائٹی کے چند اصحابِ ثروت لوگ باہم مل جل کے کر سکتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ غریب و نادار لوگوں کو آسان شرائط پر اور مناسب رقم تک قرض کی فراہمی کی جائے، جس سے ان کی ضروریات بھی بہ آسانی پوری ہو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سکیں اور وہ اس کی ادائیگی بھی سہولت کے ساتھ کر سکیں۔اس سے معاشرے میں جہاں خوش حالی آئے گی وہیں یہ عظیم عمل انجام دینے والے رسولِ کریم ﷺ کے اس فرمان کے بھی مصداق ٹھہریں گے۔

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ ، فَرَاٰى عَلٰى بَابِهَا مَكْتوبًا: الصَّدَقَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا ، وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَر))

''ایک شخص جنت میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا تھا کہ صدقے کا اجر و ثواب دس گُنا ملتا ہے اور قرض کا اٹھارہ گُنا۔''

[حسن] سلسله الاحاديث الصحيحة: 3407 ۔ صحيح الترغيب والترهيب: 900

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُقْرِضُ مُسْلِمًا قَرْضًا مَرَّتَينِ ، إِلَّا كَانَ كَصَدَقَتِهَا مَرَّةً))

''جو بھی مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرضہ دیتا ہے تو اس کا یہ عمل ایک مرتبہ صدقہ کرنے کے مترادف ہے۔

[صحيح لغيره] سنن ابن ماجه: 2430 ۔ صحيح الترغيب والترهيب: 901

⑨ مقامی اصلاحات کے لیے اقدامات:

بہت سے امور و معاملات ایسے ہوتے ہیں جو ہماری ذرا سی توجہ اور کوشش سے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں اور ان کا فائدہ اور سہولت بھی ہم ہی نے حاصل کرنا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر گلی محلے میں اگر صفائی ستھرائی کا بہترین انتظام نہیں ہے، بچوں کے لیے کھیلنے کا پارک درست حالت میں نہیں ہے، گلی کی ٹوٹ پھوٹ یا سیوریج کی خرابی ہو جس سے گزرنے والوں کو پریشانی ہوتی ہے یا بجلی کا نظام عارضی طور پر خراب ہو گیا ہے، تو اس کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لیے باہم مشاورت اور کوشش کے ذریعے خود ہی اصلاحات کی جا سکتی ہیں۔ باشعور افراد اپنی گلی محلے کے دیگر لوگوں میں یہ احساس پیدا کریں کہ ہر کام کو حکومت کے ذِمے ڈال کر خود کئی کئی روز تک تنگی برداشت کرتے رہنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ لہٰذا ایسے کاموں کو اپنی مدد آپ کے تحت ہی نمٹا دینا چاہیے۔

اگر کچھ لوگ مالی طور پر حصہ نہیں ملا سکتے تو وہ محنت کرنے کا حصہ ملا دیں اور اگر کوئی دونوں میں سے ایک بھی نہیں کر سکتا تو اسے مجبور نہ کیا جائے اور نہ ہی اسے اس سہولت سے محروم کیا جائے، بلکہ اللہ سے اجر وثواب لینے کی نیت بنا کر اپنا حصہ ملا دینا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((خَيْرُ النَّاسِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسَ))

''لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔''

[حسن] صحيح الجامع: 3289 ۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة: 426

⑩ ثالثی ومصالحتی کونسل کا قیام:

یہ فطری امر ہے کہ جہاں کچھ لوگ اکٹھے رہتے ہیں وہاں اختلافات بھی ہو ہی جاتے ہیں لیکن دانش مندی یہ ہے کہ ان اختلافات کو تنازعات نہ بننے دیا جائے۔ اگر تنازعہ بن بھی جاتا ہے تو اسے حل کرنے اور فریقین میں صلح کروانے کے لیے شہر کے ہر محلے، گاؤں اور قصبے میں ایک ایک مصالحتی کونسل ہونی چاہیے جو باشعور، اصحابِ فراست، نرم مزاج اور صلح پسند افراد پر مشتمل ہو اور لوگوں کے ہاں ان کی بات معتبر بھی ہو۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ کوئی بھی تنازعہ لمبی مدت تک قائم نہیں رہے گا بلکہ چند ہی گھنٹوں یا دنوں میں نمٹایا جا سکتا ہے، جس سے فریقین جانی و مالی؛ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہیں گے۔ یہ اصول قرآنِ کریم نے ہی بتلایا ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بَـغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِی حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓـی اَمْـرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ [الحجرات: 9]

''اوراگراہل ایمان میں سے دوگروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے گروہ سے لڑو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں۔ پھر اگر وہ پلٹ آئیں تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف کرو کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

اسی طرح ازدواجی اور خانگی معاملات میں ہونے والے جھگڑے بھی اسی کونسل میں نمٹائے جاسکتے ہیں، تاکہ انہیں مروّجہ عدالتوں کے چکر نہ کاٹنا پڑیں، وکلاء پر پیسہ برباد نہ کرنا پڑے، یا پھر کوئی عورت اُجڑ کر گھر نہ بیٹھی رہے اور دو خاندان برباد ہونے سے بچ جائیں۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِنْ خِـفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَکَمًا مِّـنْ اَهْـلِهَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا﴾ [النساء: 35]

''اوراگرتم ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان پھوٹ پڑ جانے سے ڈرو تو ایک فیصلہ کرنے والا آدمی مرد کے گھر والوں سے لے لو اور ایک عورت کے گھر والوں سے، اگر وہ دونوں ان دونوں کی صلح کا ارادہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ بھی انہیں صلح کی توفیق دے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔''

اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ سلاطین اور عوام کو دِینی علوم میں مہارت اور منصبِ جلیلہ رکھنے کی بنا پر ان کی صداقت و دیانت اور عدل وتقویٰ پر اعتماد ہوا کرتا تھا۔ یہ نظم آج بھی زندہ کیا جا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سکتا ہے۔ باعمل عالم؛ جو قرآن وسنت کے جمیع احکام میں رسوخ رکھتا ہو اور بالغ نظری و معاملہ فہمی کی صلاحیت کا بھی مالک ہو تو اس کو لازماً یہ کردار ادا کرنا چاہیے اور محلے داروں کے چھوٹے موٹے تنازعات میں ثالث کا کردار ادا کرتے ہوئے انہیں مسجد میں نمٹا دینا چاہیے، تاکہ ان کا تنازعہ ختم ہو کر صلح کی کوئی صورت نکل آئے۔

علاوہ زیں سرکاری سطح پر بھی یہ اہتمام ضروری ہے کہ ملک کے جید علمائے کرام کو منصب قضاء تفویض کیا جائے، جو مساجد میں عدالت لگائیں اور قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں۔ اس سے جرائم میں کمی بھی واقع ہو گی اور سالہا سال سے عدالتوں میں دھکے کھاتے لوگوں کو جلد انصاف بھی ملے گا۔ نیز اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہو گا کہ مسجد میں بیٹھ کر مجرم اور گواہوں کے دِل میں قدرے خوفِ خدا آ جائے گا اور وہ غلط بیانی کی بجائے راست گوئی سے کام لیں گے۔

خطبہ رائٹر	خطبہ حاصل کرنے کے لیے	تاثرات اور مشورہ کے لیے
حافظ فیض اللہ ناصر	03034125519	حافظ شفیق الرحمٰن زاہد (مدیر)
03214697056	03014843312	03015989211
	03424449009	

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com